بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# دینی حلقوں کی آزمائش اور ذمہ داری

پاکستان شریعت کونسل نے حکومت اور دینی حلقوں کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ کوئی خفیہ ہاتھ پاکستان میں فوج اور دینی حلقوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر کے ترکی اور الجزائر جیسے مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے اس لیے دونوں طرف کے محبِّ وطن اور اسلام دوست عناصر کو سنجیدگی کے ساتھ اس صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی روک تھام کے لیے موثر کردار ادا کرنا چاہیے۔ یہ بات پاکستان شریعت کونسل کی مرکزی مجلس مشاورت کی ایک قرارداد میں کہی گئی ہے جو ۹ رمئی ۲۰۰۲ء کو جامع مسجد سلمان فارسیؓ اسلام آباد میں منعقدہ اجلاس میں منظور کی گئی۔ یہ اجلاس کونسل کے سربراہ مولانا فداء الرحمٰن درخواستی کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں مولانا زاہد الراشدی، مولانا حامد علی رحمانی، حاجی جاوید ابراہیم پراچہ، احمد یعقوب چودھری، مولانا محمد ادریس ڈیروی، مولانا صلاح الدین فاروقی، مولانا حافظ مہر محمد، مولانا عبد الحلیم قاسمی، مولانا محمد رمضان علوی، مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر، مخدوم منظور احمد تونسوی، مولانا مفتی انعام اللہ، ملک محمد شاہد اور دیگر راہ نماؤں نے شرکت کی۔ اجلاس میں ملک بھر میں دینی جماعتوں کے کارکنوں اور علماء کرام کی بلاامتیاز گرفتاریوں، قبائلی علاقوں میں دہشت گردی کی تلاش کی آڑ میں دینی مدارس و مراکز کے خلاف امریکی اتحاد کی عسکری کارروائیوں، خوف و ہراس کی کیفیت اور ووٹر فہرستوں کے فارم میں عقیدۂ ختم نبوت کے حلف نامہ کو ختم کرنے سمیت بہت سے معاملات کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ حکومت کے ساتھ محاذ آرائی سے گریز کرتے ہوئے قانون کے دائرے کے اندر رہ کر ان مقاصد کے لیے دینی جدوجہد کو منظم کیا جائے گا اور متعلقہ حلقوں کے ذمہ دار حضرات سے رابطہ کر کے دینی مفادات کے تحفظ اور فوج کے ساتھ دینی حلقوں کے تصادم کو روکنے کے لیے ہر ممکن جدوجہد کی جائے گی۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ بین الاقوامی دباؤ اور این جی اوز کی سرگرمیوں کے باعث پاکستان کی اسلامی نظریاتی حیثیت خطرے میں پڑ گئی ہے۔ دستور کی اسلامی دفعات کو غیر موثر بنانے، قادیانیت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے بارے میں دستوری فیصلوں کو ختم کرانے اور ملک میں فحاشی اور بے حیائی کے فروغ کے لیے ایک منظّم پروگرام کے تحت کام جاری ہے اور ہر سطح پر منصوبہ بندی

کے ساتھ پیش رفت ہو رہی ہے جبکہ دوسری طرف کوئی خفیہ ہاتھ ملک کے دینی حلقوں کو فوج کے ساتھ محاذ آرائی کی کیفیت میں لا کر الجزائر اور ترکی کی طرح پاکستان کی دینی قوتوں کو طاقت کے بل پر کچل دینے کے لیے سرگرم عمل ہے اس لیے ملک کی دینی قیادت اس وقت شدید آزمائش سے دوچار ہے۔ کیونکہ جس طرح ہمارے لیے یہ بات ممکن نہیں ہے کہ پاکستان کے اسلامی تشخص سے دست بردار ہو جائیں اور نفاذ اسلام کے لیے نصف صدی کی دستوری جدوجہد کے نتائج سے ہاتھ دھو بیٹھیں، اسی طرح ہم اس بات کے متحمل بھی نہیں کہ فوج کے ساتھ دینی حلقوں کی محاذ آرائی کی صورت حال پیدا کر کے ملکی سالمیت کو خطرے میں ڈال دیں۔ ہم اس وقت پل صراط پر چل رہے ہیں اور ہماری چھوٹی سی غلطی بھی ملک وقوم کو ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کر سکتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ دینی قیادت کو مل بیٹھ کر اس صورت حال کا حل تلاش کرنا چاہیے اور ملک کے عوام کو متوازن دینی راہ نمائی مہیا کرنی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت حکومت کے سائے میں عافیت کی جگہ تلاش کرنا دینی روایات اور ملی مقاصد کے ساتھ بے وفائی کی بات ہوگی اور اسی طرح محاذ آرائی کی فضا پیدا کر کے فوج اور دینی حلقوں کے درمیان کشیدگی میں اضافہ بھی قومی مفادات کے منافی ہوگا۔ ہمیں اس کے درمیان متوازن راہ تلاش کرنی ہوگی اور ملک بھر کے دینی کارکنوں اور دین دار عوام کو مایوسی اور بے دلی کی فضا سے نکالنے کے لیے عملی جدوجہد کرنی ہوگی۔

پاکستان شریعت کونسل کے سربراہ مولانا فداء الرحمٰن درخواستی نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ہمیں ملک کے دینی حلقوں کے درمیان مفاہمت کو فروغ دینے کے لیے کام کرنا چاہیے اور ہر ایسی بات سے گریز کرنا چاہیے جو دینی جماعتوں، حلقوں اور مراکز کے درمیان بعد پیدا کرتی ہو۔ انہوں نے علماء کرام سے کہا کہ وہ تین باتوں کی طرف سب سے زیادہ توجہ دیں۔ ایک یہ کہ مثبت انداز میں عوام تک قرآن وسنت کی تعلیمات کو پہنچائیں اور اپنے خطبات جمعہ، دروس اور بیانات میں عام مسلمانوں کو قرآن وسنت کی تعلیمات اور اسلامی احکام وقوانین سے واقف کرانے کی کوشش کریں۔ دوسری بات یہ کہ نئی نسل کی دینی تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دیں اور دینی مدارس اور سکول ہر سطح پر قائم کر کے نئی پود کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ضروری عصری تعلیم سے بھی آراستہ کرنے کا اہتمام کریں اور تیسری بات یہ کہ رفاہ عامہ اور خدمت خلق کے کاموں کی طرف توجہ دیں۔

انہوں نے کہا کہ معاشرے کے نادار لوگوں کی خدمت اور رفاہ عامہ کی جدوجہد ہمارے دینی فرائض میں سے ہے جس کی بجا آوری ہم نے بالکل چھوڑ دی ہے اور اسی خلا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے ملک میں ہزاروں این جی اوز متحرک ہو گئی ہیں جو تعلیم، صحت اور خدمت عامہ کے دیگر کاموں کی آڑ میں اپنے نظریات اور ثقافت کو فروغ دے رہی ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم قومی زندگی کے اتنے بڑے شعبے کو این جی اوز اور مسیحی مشنریوں کے حوالے نہ کر دیں بلکہ خود آگے بڑھ کر رفاہ عامہ کے کاموں میں دل چسپی لیں اور ہر علاقہ میں اسلامی این جی اوز قائم کر کے تعلیم، صحت اور دیگر شعبوں میں عوام کی خدمت کا اہتمام کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے دینی مدارس بھی این جی اوز کی حیثیت رکھتے ہیں جو تعلیم کے میدان میں شان دار خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ لاکھوں نادار افراد کو خوراک اور رہائش کی

سہولتیں بھی فراہم کر رہے ہیں لیکن اس کام کو دوسرے شعبوں میں بھی پھیلانے کی ضرورت ہے تاکہ ہم اپنے دینی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ غیر ملکی سرمایہ سے کام کرنے والی این جی اوز کے غلط کاموں کا راستہ بھی روک سکیں۔

پاکستان شریعت کونسل کی مرکزی مجلس شوریٰ نے ایک قرارداد میں قبائلی علاقوں میں دینی مدارس کے خلاف فوجی ایکشن، عرب مجاہدین کو دہشت گرد قرار دیتے ہوئے ان کی اندھادھند گرفتاریوں اور مجاہدین کو امریکہ کے سپرد کرنے کی کارروائیوں پر شدید احتجاج کیا ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اس سلسلے میں سپریم کورٹ کے کسی جج کی سربراہی میں عدالتی کمیشن مقرر کیا جائے جو ۱۱ ستمبر کے بعد ہونے والے حالات اور دہشت گردی کے عنوان سے حکومت اور دینی حلقوں کے درمیان کشیدگی کے فروغ کے اسباب وعوامل کی نشان دہی کرے اور حالات کو معمول پر لانے کے لیے اقدامات تجویز کرے۔ قرارداد میں ملک کی سیاسی اور دینی جماعتوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ بھی اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن کے قیام کے مطالبہ کی تائید کریں تاکہ ہم خدانخواستہ کسی بڑے سانحہ کے رونما ہونے سے پہلے ان اسباب وعوامل کو کنٹرول کر سکیں جو ملک وقوم کے لیے کسی بڑی تباہی کا پیش خیمہ ہو سکتے ہیں۔

ایک قرارداد میں کشمیر، فلسطین، چیچنیا، مورو اور دیگر مسلم خطوں کے مجاہدین کی جدوجہد کے ساتھ مکمل یک جہتی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں دہشت گرد قرار دینے کی روش کی مذمت کی گئی اور کہا گیا کہ امریکہ اور اس کے حواری محض اپنے یک طرفہ مفادات کی خاطر مجاہدین آزادی کو دہشت گرد قرار دے کر قوموں کی آزادی کی مسلمہ روایات کی نفی کر رہے ہیں اور اگر اس حوالے سے امریکی موقف کو تسلیم کر لیا جائے تو خود امریکہ کی جنگ آزادی بھی دہشت گردی قرار پا کر بلا جواز ہو جاتی ہے۔ قرارداد میں اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ امریکی کانگریس کا کردار ادا کرنے کے بجائے اپنا ''اقوام متحدہ'' کا کردار بحال کرے اور مسلم دنیا کے خلاف معاندانہ اور جانب دارانہ طرز عمل پر نظر ثانی کرے نیز فلسطین اور کشمیر کے بارے میں اپنی قراردادوں پر سنجیدگی سے عمل کرائے۔

ایک اور قرارداد میں افغانستان کے بزرگ عالم دین مولانا محمد نبی محمدیؒ بھارت کے بزرگ عالم دین مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ اور مولانا شہاب الدین ندویؒ اور پاکستان کے بزرگ عالم دین مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی ملی وقومی خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا گیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔

(رپورٹ: ادارہ)

---

## حقیقی جمہوریت یا رجعت قہقریٰ؟

ڈوری کا ایک سرا طاقت ور شخص کے ہاتھ میں ہے اور دوسرے سرے سے ایک بظاہر آزاد شخص کی ٹانگ بندھی ہوئی ہے۔ اس ٹانگ بندھے شخص کی آزادی، ڈوری کی لمبائی کے برابر ہے۔ جب بھی یہ شخص ذرا زیادہ آزادی پانے کی

کوشش کرتا ہے تو دوسرے سرے پر موجود شخص خائف ہو کر ڈوری کو کھینچنا شروع کر دیتا ہے اور وہ ''آزاد'' شخص الٹے پاؤں گھسٹتا چلا جاتا ہے۔ مزاحمت تو دور کی بات ہے' صرف بچاؤ کرنے میں ہی وہ منہ کے بل گر جاتا ہے' کہنیاں چھل جاتی ہیں اور ہاتھ خاک آلود ہو جاتے ہیں۔ رہا دل' تو اس کی بات ہی چھوڑیے۔

یہ مثال پاکستان کی سیاسی تاریخ سے زیادہ کہیں اور صادق نہیں آ سکتی۔ ملک کے عسکری ادارے نے ڈوری کا سرا مضبوطی سے تھام رکھا ہے۔ ''ملکی سلامتی اور قومی مفاد'' ڈوری کی لمبائی کے متوازی ہیں۔ ڈوری کے دوسرے سرے پر دستوری ڈھانچہ ہے جسے فی الواقع ''ڈھانچہ'' ثابت کر دیا گیا ہے۔

وطن عزیز کی تاریخ کے معروضی جائزے سے ایک بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر دستوری اداروں کو کام کرنے کا موقع کیوں نہیں دیا جاتا؟ اس کا ایک ہی جواب نہایت شد و مد سے دیا جاتا ہے کہ دستوری ادارے' غیر دستوری انداز سے چلائے جاتے ہیں۔ کوئی بھی ہوش مند اور غیر جانب دار شخص اس جواب کی صحت سے انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس کا حل یہی ہے کہ ''ڈوری'' برقرار رکھی جائے' وقتاً فوقتاً کھینچ ماری جائے اور دستوری اداروں کو ذلیل و رسوا کیا جائے؟ آخر ایک بار کھینچ مارنے کے بعد' بلکہ فوراً بعد' دستوری اداروں کے قیام کی کوششیں کیوں کی جاتی ہیں؟ عسکری ادارہ مستقل طور پر خود ملک کی باگ ڈور کیوں نہیں سنبھال لیتا؟ بہت صاف اور سیدھی بات ہے کہ اصول وضوابط کے بغیر ''جھٹکے'' انداز سے کوئی بھی ادارہ نہیں چلایا جا سکتا۔ پھر ریاست تو ایک بہت بڑا ادارہ ہے۔ جب یہ بات طے شدہ ہے کہ آخر دستور ہی کی طرف لوٹنا ہوگا تو پھر اس کی دھجیاں اڑانے کا فائدہ؟

جہاں تک دستوری اداروں کے غیر دستوری انداز سے چلانے کا تعلق ہے تو اس کا تعلق شخصیات سے ہے۔ کسی کی شخصی خامیوں کی بنا پر اداروں کو نہیں لپیٹنا چاہیے بلکہ ایسے طریقے اختیار کرنے چاہییں جن سے ''شخصی غلبے'' کا تدارک ہو سکے۔ جہاں تک پارلیمانی نظام کا تعلق ہے تو برطانیہ کے اندر بھی پچھلے چند سالوں سے اس پر تنقید سامنے آ رہی ہے کہ اب یہ وزارتی نظام کے بجائے وزیر اعظمی نظام (Prime Ministerial System) بن چکا ہے۔ ویسے بھی کوئی بھی نظام مختلف مراحل طے کرتا ہوا' اپنے ثمرات سے مستفید کرتا ہوا' آخر کار Point of Saturation تک پہنچ جاتا ہے جہاں اسے پیوند کاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ برطانیہ کی حد تک تو شاید یہ بات درست ہو کہ وزارتی نظام کو پیوند کاری کی ضرورت ہے لیکن پاکستان پر اس اصول کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ یہاں پارلیمانی جمہوریت کی کسی کونپل کو پھوٹتے ہی مسل دیا جاتا ہے' Point of saturation تو بہت دور کی بات ہے۔

حقیقی پارلیمانی جمہوریت ایک طویل ارتقا کی متقاضی ہے۔ پاکستان جیسے ملک میں محدود شرح خواندگی اور مخصوص معاشرتی حالات کے تناظر میں یہ ارتقا کچھ اس طرح سے ہوگا:

۱۔ پہلے الیکشن کے بعد سے پندرہ سال تک کے دور کو ہم ماقبل جمہوریت کا مرحلہ (Pre-Democratic Phase) کہہ سکتے ہیں۔

۲۔ دوسرے مرحلے پر مزید پندرہ سال کے عرصے کو جمہوریت کی جانب پیش قدمی (Initiative to

(Democarcy کہہ سکتے ہیں۔

۳۔اس کے مزید تیس سال بعد کے عرصے میں ہم جمہوریت اوراس کی متعلقہ قدروں سے معاشرتی سطح پر آشنا ہونے کے ساتھ ساتھ ان پر عمل پیرا ہونے کی توقع کر سکتے ہیں۔

یہ ارتقا اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ کسی انقطاع کے بغیر انتخابات مسلسل ہوتے رہیں۔

پاکستان میں عملی صورت حال کچھ اس طرح سے ہے کہ ابھی ہم پہلے مرحلے سے نہیں نکل پاتے کہ قوم کے ''رکھوالے'' اپنی اہمیت جتانے آ دھمکتے ہیں۔ ملکی سلامتی اور قومی مفاد کو ''محفوظ'' کر کے دوبارہ جمہوری عمل شروع کروا دیتے ہیں۔ اگر جمہوریت پاکستان میں قدم نہیں جما سکتی تو اس کی وجہ نظام کی ناکامی نہیں بلکہ ہماری عجلت پسندی ہے۔ قوم پچپن سال سے پہلے مرحلے میں ہے اور تقاضے تیسرے مرحلے کے کرتی ہے۔ میاں محمد نواز شریف اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے ادوار کو ہم ''جمہوری'' قرار نہیں دے سکتے کیونکہ ان ادوار کا شمار Pre-Democratic Phase میں ہوتا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ مسلسل جمہوری عمل سے تبدیلی اور بہتری کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ کثیر جماعتی کی جگہ دو جماعتی نظام جڑ پکڑ چکا تھا۔ عوام اپنی طاقت سے آگاہ ہو رہے تھے۔ امکان غالب تھا کہ دوسرے مرحلے میں شخصی غلبے کا تدارک بھی ہو جاتا' لیکن ملک وقوم کے ''خیر خواہوں'' نے ''ذمہ داری'' کا مظاہرہ کرتے ہوئے ''بروقت'' مداخلت کر کے کثیر جماعتی نظام کی راہ دوبارہ ہموار کر دی ہے۔ امید ہے قوم لوٹوں کی منڈی سے مزید دس بارہ سال تک محظوظ ہوتی رہے گی۔ پھر بہتری کے آثار نظر آنے پر دوبارہ ڈوری کھینچ لی جائے گی کیونکہ کوئی نہ کوئی بانکا آزادی کی ''حدود'' کو پھلانگنے کی کوشش کرے گا۔

(پروفیسر میاں انعام الرحمٰن)

---

## سرحدی کشیدگی اور مغربی عزائم

اس وقت ساری دنیا کی نظریں جنوبی ایشیا پر مرکوز ہیں۔ اس خطے کی سات بڑی ریاستوں میں سے دو ریاستیں ایک دوسرے کے مقابل کھڑی ہیں۔ جنگ کا خطرہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ پاکستان' بھارتی بالادستی کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے ورنہ باقی پانچ ریاستوں میں سے کسی میں اتنا دم خم نہیں کہ انڈیا سے برابری کی سطح پر تعلقات قائم رکھ سکے۔ انڈیا کا بارڈر بھی تقریباً تمام ریاستوں سے متصل ہے جس سے انڈیا کو دراندازی کے تمام مواقع میسر ہیں۔ جنوبی ایشیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ یہ خطہ نااتفاقی کے سبب ایک اصول پر متفق ہے: باہمی عدم اتحاد۔ بالخصوص انڈیا اور پاکستان کے مابین انتہائی باہمی بداعتمادی پائی جاتی ہے۔ انڈیا میں رونما ہونے والے کسی بھی ناخوشگوار واقعے کی ذمہ داری پاکستان کے سر تھوپ دی جاتی ہے۔ یہی صورت حال دوسری جانب ہے۔ اس سے تعلقات کی نوعیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ اس خطے کے باقی ممالک کے باہمی تعلقات کا تعین بھی انڈیا اور پاکستان کی پالیسیوں

سے ہوتا ہے جس سے یہ خطہ مزید بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔ باہمی عدم اعتماد کی اس فضا نے بیرونی طاقتوں (Extra-regional powers) کو جنوبی ایشیا میں اپنا اثر ورسوخ قائم کرنے اور اس میں شدت پیدا کرنے کا موقع فراہم کیا ہے جس سے علاقائی طاقتوں کے باہمی تعلقات (Intra-regional relations) مزید پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اس طرح جنوبی ایشیا داخلی اور خارجی دونوں اعتبار سے خطرے میں (Vulnerable) ہے۔

جنوبی ایشیا کے مسائل سے کما حقہ واقفیت کے لیے ضروری ہے کہ ان کو درجہ بدرجہ تین مختلف سطحوں پر دیکھا جائے: مقامی (Domestic)، علاقائی (Regional) اور عالمی (Global)۔

مقامی سطح پر ہر ملک کو مذہبی، لسانی اور نسلی عصبیتوں کا سامنا ہے۔ انڈیا میں ہندو انتہا پسندی سے ''سیکولرازم'' خطرے میں ہے۔ فرقہ وارانہ اختلافات کھل کر سامنے آ رہے ہیں۔ کشمیر کے علاوہ بھی مختلف علاقوں میں علیحدگی پسند تحریکات انڈین یونین کے لیے دردسر بنی ہوئی ہیں۔ صاف اور سیدھی سی بات ہے کہ کثیر نسلی، کثیر مذہبی اور کثیر لسانی ملک کو زیادہ عرصے تک مصنوعی انداز میں یکجا نہیں رکھا جا سکتا۔ حالیہ ہندو انتہا پسندی سے موجودہ یکجائی بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی ہے۔ یہ ایک نفسیاتی نکتہ ہے کہ ڈوبنے والا تنکے کو بھی شہتیر سمجھتا ہے۔ بھارتی حکمرانوں نے داخلی ٹوٹ پھوٹ سے ڈوبتے ملک کو خارجی محاذ کی صورت میں ''تنکے'' سے نواز ہے اور تنکا بہر حال تنکا ہوتا ہے۔ بھارت کو اس کا اندازہ جلد ہو جائے گا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انڈیا کی علاقائی پالیسی مقامی محرکات کے پیش نظر تشکیل دی گئی ہے۔ افغانستان کے خلاف مغرب کی یلغار میں انڈیا کی انتہائی کوشش تھی کہ اسے بھی فعال رول سونپا جائے۔ کیونکہ مسلم احیا کی تحریکات پر کاری ضرب لگانے سے جہاں ایک طرف کشمیر میں آزادی کی تحریک تعطل کا شکار ہوتی، وہاں ہندوستانی مسلمانوں کو بھی باور کرا دیا جاتا کہ زیادہ اچھلنے کودنے کی ضرورت نہیں۔ بہت بڑی آبادی اور زرعی ملک ہونے کے ناتے انڈیا کو یہ موقع مل گیا کہ افغان جنگ کے دوسرے مرحلے میں امریکی آنکھ کا تارا بن جائے کیونکہ اہل مغرب انڈیا کو بہت بڑی منڈی کی شکل میں دیکھ رہے ہیں جہاں ان کا مال کھپ سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کی کوشش ہوگی کہ انڈیا ترقی پذیر زرعی ممالک کی صف سے نکل کر صنعتی ممالک کی برادری میں شامل نہ ہونے پائے۔ اس کے لیے ظاہر ہے کہ انڈین معیشت کو تہ وبالا کرنا ہوگا۔ بارڈر پر انڈین فوج کی مستقل موجودگی آنے والے دنوں کی ہیبت ناکی کو ظاہر کرتی ہے۔ انڈین معاشی ترقی کا گراف بہت پیچھے چلا جائے گا جس سے مغربی طاقتوں کو موقع مل جائے گا کہ انڈیا کے ساتھ وہ کھیل شروع کر سکیں جو وہ نہرو کے دور میں نہیں کر سکیں۔ موجودہ ہندو انتہا پسندی کے تناظر میں معیشت پر کاری ضرب سے انڈیا داخلی محاذ پر ایک بڑے بحران سے دوچار ہوگا۔ اس بحران کے اثرات جنوبی ایشیا کے دیگر ممالک پر بھی مرتب ہوں گے۔

انڈیا سے تعلقات بڑھانے میں اور اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں مغربی طاقتوں کو ایک سہولت حاصل ہے کہ انڈین عزائم عالمی سطح پر توسیعی (Extra Regional) نہیں ہیں۔ ہندومت کے مطابق سمندر پار جانا گناہ ہے۔ ہندوؤں کی سوچ ''اکھنڈ بھارت'' تک محدود ہے اس لیے مغربی ممالک کو انڈیا سے ایسا کوئی خطرہ لاحق

نہیں۔ بھارت کی توڑ پھوڑ کر کے جہاں اپنا مال کھپایا جاسکتا ہے، وہاں جنوبی ہندوؤں کو ''اکھنڈ بھارت'' کے لایعنی نصب العین کے حصول پر بھی ابھارا جاسکتا ہے۔ اس طرح ترقی کے اعتبار سے انڈیا Status quo کا شکار رہے گا۔

پاکستان کا معاملہ بھارت سے بہت مختلف ہے۔ اکثریت کے مسلمان ہونے کے ناتے لسانی اور نسلی اختلافات اتنے شدید نہیں ہیں جتنے کہ بنا دیے گئے ہیں۔ عوام کی بہت بڑی اکثریت اسلام کے رشتہ وحدت میں پروئی ہوئی ہے۔ جہاں تک جنوبی ایشیا کا تعلق ہے، پاکستان اس خطے میں مسلمانوں کے حق حکمرانی کا تسلسل ہے۔ انگریزوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑنے والے ہمارے اسلاف نے اسپین کی مثال کو مدنظر رکھا کہ اگر کسی خطے سے مسلمانوں کے اقتدار کا کلی خاتمہ ہو گیا تو وہاں سے مسلمان بھی ناپید ہو جائیں گے۔ موجودہ عالمی اور علاقائی صورت حال کے تناظر میں، بھارتی مسلمانوں کی حالت زار کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ حق حکمرانی کی حفاظت میں تساہل نہ برتتے ہوئے ہمارے اسلاف نے بہت جرات اور دور اندیشی کا مظاہرہ کیا۔ اس خطے میں آزاد اور خود مختار پاکستان کی موجودگی علاقائی وابستگی کی بنا پر نہیں ہے بلکہ نظریاتی بنیاد پر ہے۔ مسلمان کسی بھی نسل اور زبان سے تعلق رکھتا ہو، اس کی اسلام سے وابستگی علاقے سے ماورا ہوتی ہے یعنی عملاً اس کی اپروچ Extra Regional ہوتی ہے۔ اسی اپروچ کے سبب سے ساری دنیا پر مسلمانوں کا ہوا سوار ہے۔

امریکی سعودی تعلقات کو ہی دیکھ لیجیے۔ امریکہ کو اپنی تیل کی رسد کی فکر ہے اور سعودی عرب کو طلب کے متوازن رہنے کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تیل کی منڈی کے علاوہ دنیا میں کوئی حقیقی عالمی منڈی موجود نہیں۔ تیل کی طلب اور رسد میں معمولی سا عدم توازن بھی پوری دنیا کا مضطرب کر دیتا ہے۔ سعودی عرب تیل فراہم کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے جبکہ امریکہ تیل صرف کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے چنانچہ دونوں ملکوں کے درمیان مفادات کا واضح اشتراک پایا جاتا ہے لیکن ۱۱ ستمبر کے واقعات کے بعد امریکی پالیسیوں کے تناظر میں یہ مفاداتی اشتراک قصہ پارینہ بنتا نظر آتا ہے۔ سعودی عوام کی Extra Regional اپروچ کسی وقت بھی حالات کو پلٹا دے سکتی ہے۔

اسی طرح چین میں مسلمان علیحدگی پسندوں کو سزائے موت سے سرفراز کرنا عجیب بات نہیں ہے کیونکہ مقامی مسلمانوں کے مطابق بیجنگ اور واشنگٹن کے ''کافروں'' میں کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح چین اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں میں بھی کوئی فرق نہیں۔

قارئین کرام! آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ دنیا بھر کے مسلمان خود کو اسلام کے رشتہ وحدت میں منسلک تصور کرتے ہیں۔ یہ وحدت سیاسی، حکومتی اور معاشی اعتبار سے تو موجود نہیں لیکن مستقبل میں اس کی امید کی جاسکتی ہے۔ اگر مسلم ممالک سیاسی و معاشی وحدت کے حامل ہو جائیں تو مغرب کو شدید نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اسلام کا قلعہ ہونے کے ناتے پاکستان ہی وہ ملک ہے جو مسلم وحدت کے لیے فعال کردار ادا کر سکتا ہے۔ مغربی طاقتوں نے اس ممکنہ فعالیت کی روک تھام کے لیے قلعے میں دراڑیں ڈال کر اسے اپنی بقا کے لیے لڑنے تک محدود کر دیا ہے۔

حالیہ افغان جنگ میں امریکہ کی عجلت پسندی کہ جنرل پرویز مشرف فوراً ہاں یا نہ میں جواب دیں، اسی سلسلے کی

ایک کڑی تھی تا کہ جنرل مشرف بلا مشاورت قدم اٹھانے پر ہدف تنقید ٹھہریں اور ان کے حامیوں اور مخالفین کی گروہ بندی جڑ پکڑ سکے۔ جنرل مشرف کو اتنا زیادہ اعتماد دلایا گیا کہ انہوں نے اپنے بیانات سے گروہ بندی کے عمل کو تیز تر کر دیا۔ اس کے بعد جنرل مشرف کو ریفرنڈم کروانے کی طرف راغب کیا گیا۔ جنرل صاحب نے ضرورت سے زیادہ سمارٹ بنتے ہوئے 'ہاں' اور 'نہیں' کے درمیان قطعی لائن کھینچ دی۔ ریفرنڈم کے بجائے یہ وہ قطعی لائن ہے جس نے اپوزیشن جماعتوں کو اے پی سی میں شرکت سے روکے رکھا۔

سرحدی صورت حال پر عوام کی لاتعلقی بھی سنگین صورت حال کی غمازی کرتی ہے۔ فیصلہ سازی میں جنرل مشرف کی ''سولو فلائٹ'' نے ملک کو داخلی بحران سے دوچار کر دیا ہے۔ خارجی محاذ پر ہمارے پاس ایک آپشن ایٹمی قوت کی صورت میں موجود ہے لیکن داخلی محاذ پر قومی وحدت پارہ پارہ ہوتی نظر آ رہی ہے۔ ایسی صورت حال میں ہماری اپروچ Extra Regional ہونے سے تو رہی، ہم تو بمشکل اپنی علاقائی سرحدوں کی حفاظت اور بقا کے لیے متحد ہو سکتے ہیں۔ اس طرح مغربی طاقتوں نے اپنی مخصوص حکمت عملی کے تحت ہماری اپروچ Intra Regional کر دی ہے۔

اگر ہم بنظر غائر اسلامی دنیا کی بابت مغربی پالیسیوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پالیسیوں کا بنیادی نکتہ اسلامی ممالک میں علاقائی رجحانات کو فروغ دینا ہے۔ افغانستان میں کرزئی حکومت کے قیام کے بعد غیر افغان مجاہدین کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ پاکستان اور عرب مجاہدین کی خوب تذلیل کی گئی۔ اسی طرح کشمیر میں بھی کہا جا رہا ہے کہ غیر کشمیری اس علاقے سے نکل جائیں۔ مشرق وسطیٰ میں بھی کسی عرب اتحاد اور غیر عرب مسلمانوں کے نفوذ کے تدارک کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

یہ بات بہت واضح ہے کہ اسلامی تحریکات کی Extra Regional اپروچ اور عزائم نے مغربی دنیا کو خبردار کر دیا ہے کیونکہ اگر باقاعدہ عالمی اسلامی حکومت نہ بھی قائم ہوتو ان تحریکات کے زیر اثر اسلامی ممالک کے عوام اور ان کی حکومتیں بھی مغربی ممالک کے مقابل یکساں پالیسی اپنا سکتے تھے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پچاس ساٹھ ممالک کا یکساں موقف آسانی سے نظر انداز نہیں ہو سکتا۔ سلامتی کونسل کے ویٹو پاور ممبران پر شدید تنقید سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید مستقبل میں ویٹو پاور کا خاتمہ کر دیا جائے۔ دنیا کو اجتماعی سلامتی (Collective Security) کے لیے آخر کار ایسا کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں جنرل اسمبلی کے اندر مسلم ممالک کی Extra Territorial اور Extra Regional اپروچ عملاً ویٹو پاور بن کر ابھر سکتی تھی۔ غالباً مستقبل کے ایسے ہی منظر سے خائف ہو کر پاکستان سمیت تمام مسلم ممالک میں داخلی گروہ بندیاں پیدا کر کے ان ممالک کو صرف اپنے اپنے مخصوص علاقے کی سلامتی اور بقا تک محدود کرنے کی حکمت عملی تیار کی گئی ہے تا کہ علاقائی قومیت جڑ پکڑ سکے اور عالمی مسلم معاشرہ ظہور میں نہ آئے۔

(پروفیسر میاں انعام الرحمٰن)

---------------------------------

## ڈاکٹر غلام مرتضٰی ملک کی شہادت

پروفیسر حافظ عطاء الرحمٰن ثاقب کی شہادت کا زخم ابھی تازہ تھا کہ معروف دانش ور ڈاکٹر غلام مرتضٰی ملک بھی دہشت گردی کا نشانہ بنتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دونوں حضرات قرآن کریم کی خدمت اور درس وتدریس کا ذوق رکھتے تھے اور اپنے اپنے دائروں میں قرآنی تعلیمات کے فروغ کے لیے دل جمعی کے ساتھ مصروف کار تھے۔ قحط الرجال کے اس دور میں نئی نسل کو دین اور تعلیمات قرآنی کی طرف متوجہ کرنے والے دانش وروں کی شہادت بلاشبہ دینی حلقوں کے لیے بڑا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی دینی خدمات کو قبول کرتے ہوئے سیئات سے درگزر فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین۔

(ادارہ)


مولانا محمد عیسیٰ منصوری کی

تالیفات

☆ برصغیر کے دینی مدارس (نصاب ونظام کا ایک جائزہ)

☆ مغرب اور عالم اسلام کی فکری وتہذیبی کشمکش

☆ الحاج فضل کریم کی تبلیغی تقریریں

☆ مقالات منصوری (جلد اول) زیر طبع

☆ مولانا سعید احمد خانؒ (شخصیت، احوال اور خدمات)

ناشر

ورلڈ اسلامک فورم، لندن

پاکستان میں ملنے کا پتہ

الشریعہ اکادمی

پوسٹ بکس 331، گوجرانوالہ